تلخیص و ترجمہ

فلسفہ یورپ کا جدید رجحان

مادیت سے روحانیت کی طرف

امیل بورک بیسویں صدی کے فلاسفہ میں نہایت ممتاز مقام رکھتے ہیں وہ شہر ڈیگون کی اکاڈمی کے صدر اور فرانس کی مجلس علمی کے ممبر ہیں۔ لاروس کی انسائیکلوپیڈیا کے محترم مقالہ نگار ہیں علاوہ بریں متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب کا نام La psycologie Inconnue ہے جس میں مصنف نے ان نفسی اور تجربی حقائق سے بحث کی ہے جن کا عہدِ حاضر میں تجربہ ہو چکا ہے مصنف نے یہ کتاب فرانس کی مجلس علمی کے سامنے پیش کی تھی۔ مجلس نے اس کو بیحد پسند کیا اور مصنف کو ازراہ قدردانی ایک وقیع انعام دیا۔ ہم ذیل میں اسی کتاب کے پہلے باب کا ایک حصہ پیش کرتے ہیں جس میں فاضل مصنف نے یہ بتایا ہے کہ ہمارے زمانہ میں فلسفۂ یورپ کا رجحان قدرتی طور پر مادیت سے ہٹ کر روحانیت کی طرف کیونکر بڑھ رہا ہے اور اس روحانیت کی تائید کس طرح کے تجربی دلائل سے ہو رہی ہے۔ پروفیسر امیل بوراک کتاب کے صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت کے ظواہر سے متعلق فلاسفہ نے جو نظریے اور افکار قائم کر رکھے تھے اب اُن میں ایک طرح کا انقلاب پیدا ہو رہا ہے اگرچہ اس انقلاب کی موجیں ابھی تک زیادہ پُرشور نہیں ہوئی ہیں لیکن اس کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اسی انقلاب کا نتیجہ ہے کہ فلاسفہ اب اس بات کے قائل ہوتے جا رہے ہیں کہ طبیعت کے ظواہر دو نوع کے ہیں۔ ایک وہ جو نظر آتے ہیں اور محسوس ہوتے ہیں اور جن کو فطرت نے پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ ہمارے علوم و فنون اور مطالعہ و مشاہدہ کے لئے مواد اور سامان فراہم کریں یہ وہ ہی ظواہر ہیں جن پر علماء نے اپنی بحث و گفتگو کو مرکوز اور محدود رکھا ہے۔ ان کے

علاوہ طبیعت کے دوسرے ظواہر بھی ہیں جن کو آپ "شاذہ" کہہ سکتے ہیں۔ یہی وہ ظواہر ہیں جو ہمارے وسائل وذرائع بحث سے ماوراہیں۔ لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے آپ کو ان کی صحت اور وجود کے اعتراف و اقرار پر آمادہ کریں اور ان کو دریافت کر لینے کے لئے جدوجہد کریں۔"

فلسفۂ یورپ کے رجحان میں جو یہ انقلاب پیدا ہو رہا ہے بنیادی طور پر اس کی علتیں دو ہیں جو اس انقلاب کی تخلیق کر رہی ہیں۔

(۱) وہ جدید خارقِ عادت اکتشافات جو یکے بعد دیگرے ہمارے سامنے انیسویں صدی کے نصف آخر سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ ان اکتشافات نے اچانک ہم کو فطرت کے ایسے ظواہر سے روشناس کر دیا ہے جو اب تک علم و تحقیق کی دنیا میں نامعلوم تھے اور جن کو ہم لوگ مفروغ عن البحث یقین کرتے تھے۔

(۲) دوسری علت ڈیکارٹ۔ کانٹ اور لیبنٹز ایسے عظیم و جلیل فلاسفہ کے افکار و آرا کا اثر ہے جنھوں نے عللِ اولیہ کے علم کی بنیاد پر یہ بتایا کہ وجود کے لئے کوئی نہایت نہیں ہے اور نیز یہ کہ ابھی تک وجود سے متعلق انسان کا علم بہت خام اور ناتمام ہے۔

انیسویں صدی کے آغاز میں تقریباً تمام علوم طبیعیہ کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی اور ہر ہر علم کے لئے اس کے موضوع اور طریق بحث و تفتیش کی تحدید بھی ہو چکی تھی۔ اس وقت سے لیکر اس وقت تک علماء اور فلاسفہ برابر یہ اعتقاد رکھتے چلے آتے تھے کہ اب اُن کو کسی اور نامعلوم حقیقت کا سراغ لگانا نہیں ہے۔ علوم و معارف کے دائرے ان حضرات کی رائے میں متعین اور محدود ہو چکے تھے ان کو کبھی اس بات کا خیال بھی نہیں آسکتا تھا کہ ان کے بعد جو اکتشافات ہوں گے ان کے علوم و فنون ان کی توجیہ و تاویل سے قاصر ثابت ہوں گے۔ ان حضرات نے موجودِ حقیقی کے لئے جو حدود مقرر کر دی تھیں۔ نامعلوم حقائق کے ایک طالب صادق کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ ان سے باہر جا سکے۔ گویا ۱۸۳۰ء یا ۱۸۴۵ء کے کسی اہل علم کے دماغ میں یہ بات آ بھی نہیں سکتی تھی کہ آئندہ ایک ایسی کتاب لکھی جائے گی جس کے مباحث ۱۸۹۲ء سے شروع ہوں گے اور جس میں یہ بتایا جائے گا کہ انیسویں صدی کے نصف آخر تک علم و تحقیق کی رسائی کہاں تک ہو سکی تھی۔

پروفیسر شرل ریشی جو پاریز کے طبی کالج میں استاد ہیں انھوں نے ایک مرتبہ اپنے مقالہ میں لکھا تھا۔

"ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ علم الطبیعۃ جو تمام علوم کی اساس ہے اس میں بغیر انقطاع کے تجدد پیدا ہوتا رہتا ہے اور وہ مسلسل تغیر و تبدل سے گذرتا رہتا ہے۔ ہمارے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم حرارت اور بجلی کے پیدا ہونے میں حرکت کے نظریہ کو یا استمرارِ قوت۔ اور کشش عام کے نظریہ کو انسانی علم و تحقیق کی انتہائی معراج سمجھ لیں۔ ان نظریات کو عظیم الشان نوامیس اور قوانین فطرت کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات بے خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ ایک نہ ایک دن ان نوامیس کا بھی سقوط ہو جائے گا اور ان کی جگہ ایسے نوامیس ظاہر ہوں گے جو ان سے زیادہ عام اور ہمہ گیر ہوں گے۔ ہم ہرگز اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ہم نے تمام نوامیس طبیعت کو معلوم کر لیا ہے حاشا و کلا ہم نے اب تک صرف چند ظواہر و آثار طبیعت کو معلوم کیا ہے اور ان کی ایک کثیر تعداد ایسی ہے جو ہم سے مخفی ہے۔ اگر گلوانی اور دولٹا[1] تجربے نہ کرتے تو بجلی کا علم ہم کو کیونکر حاصل ہوتا؟ اسی طرح مقناطیسیت کا تخیل ہمارے دماغ میں کس طرح پیدا ہوتا اگر مقناطیسی پتھر موجود نہ ہوتا؟ اس بنا پر ضروری ہے کہ طبیعت کی اب بھی بہتیری ایسی قوتیں ہوں جن کو ہم نے اب تک نہیں دیکھا ہے۔ اور آئندہ ممکن ہے انسانی علم و تحقیق اس درجہ ترقی کر جائے کہ وہ ان کو دیکھ لے۔"

اس زمانہ میں طب کا ایسا کونسا عالم ہے جس کو یہ معلوم نہ ہو کہ ۱۸۶۰ء سے پہلے کوئی طبیب جراثیم سے خواب میں بھی آشنا نہیں تھا۔ لیکن جب پیسٹر[2] نے اس کو معلوم کر لیا تو دنیائے طب میں

---

[1] گلوانی اٹھارویں صدی کا ایک اٹالین ڈاکٹر جس نے مینڈکوں کے ذریعہ حیوانی بجلی کی دریافت کی وولٹا بھی اٹلی کا ایک نوجوان سائنس داں ہے جس نے گلوانی کی تحقیق پر اعتراضات کئے اور بجلی سے بہت سی نئی چیزیں بنائیں۔ بیٹری بھی اسی کی ایجاد ہے۔ [2] (حاشیہ صفحہ ۱۵۴ پر ملاحظہ ہو)

ایک زبردست انقلاب پیدا ہوگیا اور یہ عجیب بات ہے کہ اس وقت غریب کو تائید کرنے والوں کی تائید سے اس قدر خوشی نہیں ہوئی جتنی کہ اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات سے اسے دکھ پہنچا۔ لیکن آج جراثیم کے وجود کی جو اہمیت ہے اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ کہتے ہیں کہ جراثیم طبیعت کے سب سے زیادہ قوی عوامل ہیں۔ علاوہ بریں علمِ فلک میں تحلیل طیفی کا جو نیا انکشاف ہوا ہے اور جس کے ذریعہ ہم اپنے سے بہت دور ستاروں کی ترکیب کیمیاوی کا علم حاصل کرسکتے ہیں اس کی اہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے پھر یہ دیکھئے کہ شعاعوں کی دریافت نے جس کے وجود کا پہلے کسی کو خواب میں تصور بھی نہیں آیا تھا۔ اچانک علمارِ طبیعیات کے سامنے کس طرح ایک نیا باب کھولدیا ہے۔ اب ان شعاعوں کے پیچھے ظواہرِ فطرت کا ایک عظیم الشان ذخیرہ موجود ہے حالانکہ ان کی دریافت سے پہلے ان کے نفس وجود کو ہی محال سمجھا جاتا تھا۔

ان سب کے آخر میں ہم کو بتایا گیا کہ جب علمار کی ایک کثیر جماعت نے ہوا کی تحلیل کی تو پتہ چلا کہ وہ دو مشہور عناصر آکسیجن اور نائٹروجن کے علاوہ چار اور عناصر پر مشتمل ہے جن کے نام یہ ہیں آرگن (Argon) نیون (Neon) کرپٹون (Krypton) مٹروجن ( ) پھر ریڈیم کو ملاحظہ کیجئے اس کی دریافت نے عالم علم وتحقیق میں ایک کیسا عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا ہے۔

یہ اور ان کے علاوہ اور بھی طریقے ہیں جن کی روشنی میں عہدِ حاضر کا فلسفہ اس نتیجہ تک پہنچا ہے کہ جن چیزوں کا علم ممکن ہے ضروری نہیں کہ وہ مشاہدہ میں بھی آئیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جن چیزوں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ موجود کا صرف ایک جزء ہیں۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ نظر آنے والی چیزیں موجود کا صرف ایک مظہر ہیں۔

علمار کے نزدیک ظواہر یا دیہ صرف وہی ہیں جن کی معرفت علمی طور پر ہم کو حاصل ہوسکے۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) یہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے جراثیم کا اکتشاف کیا۔ چنانچہ عام طور پر بازاروں میں کیمیاوی طریقہ پر بنایا ہوا جو دودھ ملتا ہے جس کو پیسٹرائزیڈ ملک کہتے ہیں وہ اسی کے نام کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ (برہان)

ان کے اس فکر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو ظواہر لامادی ہیں اور جو اب تک انسانی علم کی دسترس سے باہر ہیں وہ ان کا انکار کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ یہ ظواہر لامادی۔ ظواہر مادی کی ہی طرح موجود ہیں فلسفی ان کے ارد گرد چکر لگاتا رہتا ہے۔ لیکن اندھا ہونے کی وجہ سے ان کو دیکھ نہیں سکتا اور جب دیکھ نہیں سکتا تو سرے سے ان کے وجود کا ہی منکر ہوجاتا ہے۔ اس فلسفی کی مثال ان کیڑوں مکوڑوں کی سی ہے جو پیدائشی طور پر اندھے ہوتے ہیں اور تیرہ و تار سوراخوں اور بھٹوں میں گھسے رہتے ہیں اور جن کو کبھی سورج کی روشنی نظر ہی نہیں آسکتی۔ فزیالوجی کے ایک بڑے اور مشہور عالم نے کیا خوب کہا ہے کہ "میں نے روح کی جستجو میں بڑی سے لیکر چھوٹی سے چھوٹی تک تمام چیزیں کنگھال ڈالیں لیکن روح مجھکو کہیں بھی نظر نہیں آئی۔

اس کے برخلاف جو فلاسفہ روحانی میلان رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں جیسا کہ ہیملٹ لہراتو نے کہا ہے کہ زمین میں اور آسمان میں ایسی چیزیں بکثرت موجود ہیں جن کا ہمارے فلسفہ نے خواب بھی نہیں دیکھا ہے۔ اس بنا پر یہ کہنا ہی درست نہیں ہے کہ ہم علم کے ذریعہ ہر چیز کی معرفت حاصل کرسکتے ہیں۔

طبیعت میں اب بھی ایسے قوی بیشمار ہیں جن کا ہم کو پتہ نہیں چلا ہے اور غالباً آئندہ بھی ان کا صحیح صحیح سراغ نہیں لگ سکے گا۔ اور جو قوی ہم کو معلوم ہیں ہم ان کی طرف ان نامعلوم قوی کا انتساب بھی نہیں کرسکتے۔ دور کیوں جائیے۔ ان نامعلوم قوی میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ خود انسان کے اندر موجود ہیں مثلاً روح کو ہی لے لیجئے۔ اگرچہ روح کے بعض اعمال شئون مادیہ کے ماتحت واقع ہوتے ہیں لیکن خود روح پھر بھی غیر مادی ہے۔

اس طرح کا میلان عقلی ممکن ہے عقلِ علمی سے بالکل مخالف ہو۔ لیکن اس کے باوجود میں محسوس کرتا ہوں کہ اگر یہ میلان پختہ اور مضبوط ہوگیا تو اس سے میلانِ حسی و مادی میں اعتدال پیدا ہوجائے گا اور اس راہ سے علم کے بڑے بڑے مسائل کا حل نکل آئے گا۔ اس بنا پر ہمارا فرض ہے کہ جو لوگ روحانی ہیں اور روح سے متعلق ایسی چیزیں بیان کرتے ہیں جو ہماری فہم سے بالاتر معلوم ہوتی ہیں۔ ہم ان کا مذاق نہ اڑائیں۔ فطرت خود بخود اپنے چہرہ سے نقاب اٹھاتی جارہی ہے اور

روز بروز نئے عجیب و غریب حقائق ہمارے سامنے بے نقاب ہوتے جارہے ہیں۔ اس بنا پر عجب نہیں کہ کسی دن ـــــ بلکہ شاید مستقبل قریب میں ہی ـــــ مادی اور حسی علم الطبیعیات اور علم نفسیات کے دوش بدوش ایک مستقل اور منفرد روحانی اور غیر حسی علم طبعیات و نفسیات مرتب ہوجائے اور اگرچہ اب یہ دونوں متناقض نظر آتے ہیں لیکن یہ بات یقینی ہے کہ قریب یا بعید عہد میں یہ دونوں ایک دوسرے سے ایک نقطہ پر مل جائیں گے اور یہی نقطہ دراصل ایک حقیقت ثابت ہوگا

آج یورپ میں اور امریکہ میں ایک نہیں متعدد انجمنیں بڑے بڑے فلاسفہ اور علماء کی سرپرستی میں قائم ہیں جو فطرت کے غیر مادی ظواہر کی تحقیق مختلف عنوانات مثلاً ٹیلی پیتھی (Tele pathy) اور ہپناٹزم۔ اور تنویم مقناطیسی کے ماتحت کررہی ہیں اور اس سلسلہ میں بڑے بڑے موقر ماہانہ رسالے اور کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ یہ سب کچھ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ عہدِ حاضر کے فلسفہ کا رجحان اب مادیت سے ہٹ کر روحانیت کی طرف بڑھ رہا ہے۔

ماخوذ از مجلۃ الازہر مصر (م - ح)

تفسیر روح المعانی

طبع منیری مصری جدید

کامل ۳۰ جلدیں

علامہ سید محمود آلوسی حنفیؒ کی شہرۂ آفاق تفسیر جس کے متعلق صرف یہ کہدینا کافی ہے کہ مجموعی حیثیت سے اس مرتبہ کی کوئی تفسیر روئے زمین پر موجود نہیں۔
آپ کو مکتبہ برہان دہلی قرول باغ کی معرفت یہ عظیم الشان کتاب ملسکتی ہے
قیمت مالا ۲۳۵ محصول ریلوے خریدار کے ذمہ۔ فرمائش کے وقت ایک تہائی رقم کا پیشگی آنا ضروری ہے